پیغام سیرت

تربیت اولاد اور نبوی تعلیمات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

اسلام سے پہلے اولاد پر تو والدین کے حقوق تھے، مگر اولاد کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ دیگر آسمانی کتابوں میں بھی اس بارے میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس میں حقوق کے بارے میں چھوٹے بڑے، ماں باپ اور اولاد کی تفریق نہیں۔ جس طرح وہ بڑوں کے جائز حقوق چھوٹوں کے ذمے قرار دیتا ہے اسی طرح وہ چھوٹوں کے مناسب حقوق بڑوں پر مقرر کرتا ہے۔ لہٰذا جس طرح اولاد پر ماں باپ کے کچھ حقوق ہیں اسی طرح ماں باپ کے ذمے بھی اولاد کے کچھ حقوق ہیں۔

اولاد کا سب سے پہلا حق تو یہ ہے کہ جب اللہ نے والدین کو ان کی زندگی کا ذریعہ بنایا ہے تو وہ اس کو ختم کرنے کا سبب نہ بنیں بلکہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس کی نشوونما اور تکمیل کے تمام ذرائع مہیا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے دل میں بچے کی زبردست محبت پیدا فرما کر اس کی پرورش کے انتہائی کٹھن مراحل کو نہایت آسان اور خوش گوار بنا دیا۔ اسی لئے والدین بچے کی پرورش کے دوران پیش آنے والی تکلیفوں اور پریشانیوں سے اکتاتے اور گھبراتے نہیں بلکہ وہ ان کو خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں پھر جب وہ اپنے معصوم اور پھول جیسے بچے پر محبت بھری نظر ڈالتے ہیں تو انہیں ایسی مسرت اور سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام صعوبتیں اور پریشانیاں بھول جاتے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے والدین کے دل میں بچے کی بے پناہ محبت اور اس سے غیر معمولی وابستگی اور لگاؤ کا جذبہ پیدا فرمایا جو نسل انسانی کی بقا اور اس دنیا کو آباد رکھنے کے لئے نہایت ضروری تھا۔

قتلِ اولاد کی صورتیں

۱۔ دیوتاؤں کی خوش نودی کے لئے

دورِ جاہلیت میں اولاد سے بعض صورتوں میں ان کا بنیادی حق یعنی جینے اور زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا جاتا تھا۔ چنانچہ ان کے ہاں قتلِ اولاد کی مختلف صورتیں رائج تھیں۔

زمانۂ جاہلیت کے عرب اولاد کے بارے میں نہایت سنگ دل اور بے رحم تھے۔ ان کی بے رحمی اور سنگ دلی کا عالم یہ تھا کہ بعض اوقات معصوم بچوں کو مار ڈالتے تھے اور لڑکیوں کو خاص طور پر زندہ گاڑ دیتے تھے۔ والدین یہ کام کسی خوف و جبر کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی مرضی سے خوشی خوشی انجام دیتے تھے۔ کبھی وہ دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے اپنے بچوں کو ذبح کر کے ان پر چڑھا دیتے تھے اور کبھی منت مان لیتے کہ فلاں کام ہو گیا تو اپنے فلاں بچے کو فلاں دیوتا پر قربان کر دیں گے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خود عورتیں بھی مردوں کے ساتھ اس جرم میں شریک تھیں۔ مائیں خود اپنی لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے اس قربانی کے لئے حوالے کرتے تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں نے منت مانی تھی کہ اپنے لڑکے کی قربانی کروں گی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا:

لاتنحری ابنك وكفری عن يمينك (۱)

اپنے بیٹے کو ذبح مت کر اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے۔

اولاد کشی کی یہ رسم بدصرف عربوں ہی میں نہیں دیگر قوموں میں بھی رائج تھی۔ قرآن کریم نے اس رسم اور عقیدے کو باطل قرار دیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ (۲)

اور اسی طرح بہت مشرکوں کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کا قتل کرنا مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو ہلاک کریں اور تاکہ ان کے دین کو ان کے حق میں خلط ملط کر دیں اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ ایسا کام نہ کرتے۔

۱۔ امام مالك: الموطا، كتاب النذور والايمان، باب مالايجوز من النذور فی معصية الله

۲۔ الانعام: ۱۳۷

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْآ اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (۳)

بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت کی بنا پر قتل کر دیا۔

۲۔زندہ درگور کرنا

اولاد محض اللہ کا انعام ہے کسی کا استحقاق نہیں، لڑکی بھی اس کا انعام ہے اور لڑکا بھی اس کی عطا ہے۔اس لئے آدمی کو اس عطا اور انعام پر ہر وقت منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کے فیصلے پر راضی رہنا چاہئے۔آسمانوں اور زمین کا مالک وخالق اور متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اس لئے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، وہ جسے چاہتا دیتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے دے کر واپس لے لیتا ہے۔وہ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔سب کچھ اسی کی قدرت اور اختیار میں ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَايَشَآءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَO اَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌO (۴)

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔بے شک وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں جب کسی کی بیوی کے ہاں پیدائش ہونے والی ہوتی تو مرد پیدائش سے کچھ عرصے پہلے ہی اپنی قوم کے لوگوں سے چھپ جاتا اور بچے کی پیدائش کا انتظار کرتا۔اگر لڑکا پیدا ہوتا تو خوش ہو کر اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کر دیتا ورنہ چھپا رہتا اور رنج والم کے عالم میں سوچتا رہتا کہ اس لڑکی کو کیا کرے۔اکثر لوگ لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔قرآن کریم نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌO (۵)

اور جب ان میں سے کسی کا فر کو اس کی خبر دی جاتی ہے جس کو وہ رحمٰن کی طرف منسوب کرتا

۳۔الانعام:۱۴۰ ۴۔الشوریٰ:۴۹،۵۰ ۵۔الزخرف:۱۷

ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔

یعنی ان مشرکوں کا یہ حال ہے کہ جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ كَظِیْمٌ ○ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَابُشِّرَ بِہٖ (۶)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے بیٹی کی خبر کی عار کے سبب وہ لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔ یا تو وہ اس ذلت کو لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔

اہل جاہلیت کی ایک ظالمانہ عادت تھی کہ وہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا کرتے تھے۔ ایک تو اس خیال سے کہ لڑکیاں کچھ کما نہیں سکتیں جب کہ لڑکے اگر کچھ بھی نہ کمائیں تب بھی لوٹ مار کر کے کچھ نہ کچھ حاصل کر لیں گے۔ دوسرے اس وجہ سے قتل کرتے تھے کہ جب لڑکیاں بڑی ہوں گی تو خاندان والے مفلسی کی بنا پر اس لڑکی سے نکاح نہیں کریں گے۔ اس لئے اس کا نکاح خاندان سے باہر کے لوگوں میں کرنا پڑے گا جو ان کے نزدیک بڑی عار کی بات تھی۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانۂ جاہلیت کا اپنا ایک واقعہ سنایا۔ وہ کہنے لگے کہ میری ایک بچی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی۔ جب بھی میں اسے بلاتا وہ خوشی خوشی میرے پاس آجاتی۔ چنانچہ ایک دن میں نے اسے آواز دی تو وہ میرے پیچھے پیچھے دوڑی چلی آئی۔ میں اسے اپنے ساتھ لے گیا یہاں تک کہ میں قریب کے ایک کنویں پر پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا۔ اس وقت بھی وہ ابا جان! ابا جان! ہی کہتی رہی۔ یہ واقعہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔ (۷)

قبیلہ بنی تمیم کے رئیس قیس بن عاصم نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنے ہاتھ سے اپنی آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اعتق عن کل واحدۃ منھن رقبۃ ''اے قیس ہر لڑکی کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرو''، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس اونٹ ہیں۔ آپ نے فرمایا فانحر عن کل واحدۃ منھن بدنۃ ''اے قیس ہر لڑکی کے کفارے میں ایک اونٹ کی قربانی کرو''۔ (۸)

۶۔ النحل: ۵۹ ۷۔ دارمی۔ السنن: ج ۱، ص ۱۴، رقم ۲ ۸۔ ابن کثیر۔ التفسیر: ج ۴، ص ۴۷۸

حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات ومنع وھات و وأد البنات (۹)

بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، استعمال کی چیزیں دینے سے انکار اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام ٹھہرایا ہے۔

ہمارے معاشرے میں زمانۂ جاہلیت کی اس رسم بد کے اثرات آج بھی خاصے نمایاں ہیں۔ آج بھی بہت سے لوگ لڑکی کی پیدائش کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ اس پر فخر کرتے ہیں، خوب خوشیاں مناتے ہیں، مٹھائیاں بانٹتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہو تو ان کے منہ لٹک جاتے ہیں، افسردگی اور ندامت ان کے چہروں سے ظاہر ہوتی ہیں، نہ خوشی کا اظہار، نہ مٹھائی اور نہ مبارک باد، گویا بچی کی پیدائش سے گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ بعض گھروں سے تو بچی کی والدہ کو طعنے اور طلاق تک کی دھمکیاں دی جاتی ہیں، جیسے لڑکے پیدا کرنا اس کے اختیار میں ہو، یہ سب دور جاہلیت کی باتیں اور شیطانی خیالات ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے۔ لڑکے اور لڑکی دونوں کی پیدائش پر نہ صرف خوش ہونا چاہئے بلکہ اللہ کا شکر اور اس کے انعام کی قدر کرنی چاہئے۔

۳۔ افلاس کے ڈر سے قتل کرنا

عربوں میں نسل کشی کا ایک اور سبب ان کا عام فقر وفاقہ تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر اولاد ہوگی تو اس کے کھانے پینے اور اس کی دیگر ضروریات کا انتظام بھی ان ہی کو کرنا ہوگا، اس لئے وہ اپنی اولاد کو کسی نہ کسی بہانے قتل کر دیتے تھے، تا کہ وہ اولاد کی طرف سے ہر طرح بری الزمہ ہو جائیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرمادیا کہ ہر بچہ اپنا رزق اور اپنی قسمت ساتھ لے کر دنیا میں آتا ہے۔ کوئی انسان دوسرے انسان کو نہ کھلاتا پلاتا ہے اور نہ پہناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو کھلاتا پلاتا اور سب کی جملہ ضروریات کا انتظام کرتا ہے۔ جیسے ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا (۱۰)

اور زمین پر چلنے والا کوئی بھی جان دار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور وہ ان کے رہنے اور سونے کی جگہ (بھی) جانتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتادیا کہ اس نے جتنی مخلوق پیدا کی ہے وہ سب کے رزق

۹۔ بخاری: الصحیح، کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر: ج۴، ص۸۲، رقم ۵۹۷۵

۱۰۔ الھود: ۶

کا ذمے دار ہے، خواہ وہ مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی، خشکی میں رہتی ہو یا تری میں وہ سب کو رزق پہنچاتا ہے۔ وہ سب کے چلنے پھرنے، آنے جانے، ٹھہرنے اور رہنے سہنے اور مرنے کے وقت اور مقام کو جانتا ہے۔ جو کچھ دریاؤں کی تہوں اور زمین کی تاریکیوں میں ہے ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو۔ اگر روئے زمین پر کوئی پتہ کہیں جھڑتا ہے تو وہ بھی اس کے علم میں ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○ (۱۱)

اور تم مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم ہی ان کو رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گنا ہے۔

سو تم اپنی اولاد کو افلاس اور تنگ دستی کے خوف سے قتل نہ کرو، جہاں تک ان کے رزق کا تعلق ہے تو تمہیں اس کے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، ان کا رزق تمہارے ذمے نہیں۔ سب کا روزی رساں اللہ ہے تمہیں بھی وہی روزی دیتا ہے اور تمہارے رزق میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر تمہاری اولاد کے رزق کا ذمہ بھی اللہ ہی نے لیا ہوا ہے۔ لہٰذا بھوک و افلاس کے خوف سے تم اپنی اولاد کو قتل نہ کیا کرو، ان کا قتل جرم عظیم اور گناہ کبیر ہے۔ سو تم اس سے بچتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کے قتل کو اتنی اہمیت دی کہ اس کی ممانعت کو شرک کی ممانعت کے ساتھ بیان کیا۔ چناں چہ ارشاد ہے:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (۱۲)

آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دی ہیں وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور تنگ دستی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں، اور انہیں بھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان مشرکین نے بہت سی چیزیں اپنی طرف سے حرام ٹھہرالی ہیں۔ یہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ اللہ کے حلال کو حرام بناتے ہیں، اور اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں۔ آپ ان کو بتا دیجئے کے اللہ نے ان پر کیا کیا حرام کیا ہے، اور ان کو یہ بھی بتا دیجئے

۱۱۔ الاسراء:۳۱　　۱۲۔ الانعام:۱۵۱

کہ یہ سب باتیں آپ محض قیاس، اٹکل اور ظن سے نہیں کہتے بلکہ یہ بلا واسطہ اللہ کی طرف سے آیا ہوا پیغام ہے۔ سو تم ان تمام امور سے بچنے کا اہتمام کرو جن کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت عقبہ میں آپ نے انصار سے جن باتوں کا عہد لیا تھا ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔

اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ کے گرد ایک جماعت تھی۔ آپ نے فرمایا:

یا یعونی علی ان لاتشرکوا بالله شیئاً، ولاتسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببھتان یفترونه بین ایدکم وارجلکم ولاتعصوا فی معروف، فمن وفی منکم فاجره علی الله، ومن اصاب من ذلك شیئاً فعوقب فی الدنیا فھو کفارۃ له ومن اصاب من ذلك شیئاً ثم ستره الله فھو الی الله، ان شاء عفا عنه، وان شاء عاقبه، فبایعناه علی ذلك (۱۳)

مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ گے، اور چوری نہ کرو گے، اور زنا نہ کرو گے، اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، اور عمداً کوئی بہتان نہ باندھو گے اور نہ کسی اچھی بات میں اللہ کی نافرمانی کرو گے، تم میں سے جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو کوئی ان میں سے کسی فعل کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں سزا دے دی گئی تو یہ سزا اس کے لئے کفارہ ہو جائے گی اور جس نے ان میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا اور اس کے اس گناہ کو اللہ نے (دنیا میں) مخفی رکھا تو اللہ کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کی خطا معاف کر دے اور چاہے تو اس کو سزا دے، حضرت عبادہ کہتے ہیں کہ پھر ہم سب نے ان سب باتوں پر آپ سے بیعت کر لی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا:

ان تجعل لله ندا وھو خلقك ثم قال ای؟ قال ان تقتل ولدك خشیة ان یاکل معك قال ثم ای؟ قال ان تزانی حلیلة جارك (۱۴)

۱۳۔ بخاری کتاب الایمان باب علامة الایمان حب الانصار: ج۱، ص۱۲، رقم ۱۸

۱۴۔ بخاری، باب قتل الولد خشیة ان یاکل معه: ج۴، ص۸۷، رقم ۶۰۰۱

یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے لڑکے کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا، انہوں نے عرض کیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

۴۔ جنگ میں بچوں کے قتل کی ممانعت

اسلام ہی نے سب سے پہلے جنگ کرنے والوں اور جنگ نہ کرنے والوں کے مابین فرق واضح کیا اور حکم دیا کہ صرف جنگ کرنے والوں سے جنگ کی جائے اور جنگ نہ کرنے والے طبقات سے قطعاً تعرض نہ کیا جائے خواہ وہ دشمن گروہ سے ہی تعلق رکھتے ہوں۔ جو طبقات عملاً لڑنے کی اہلیت نہیں رکھتے یا لڑنے والوں میں شامل نہیں ہوتے، اسلام ان سے لڑنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں اور گوشہ نشین زاہدوں وغیرہ کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انطلقوا بسم الله وفی سبیل الله، تقاتلون اعداء الله فی سبیل الله، لاتقتلوا شیخاً فانیا ولا طفلا صغیرا ولا امرأة ولاتغلوا(۱۵)

اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں نکلو، اللہ کے دشمنوں سے اللہ کے راستے میں قتال کرنا، کسی بورھے ضعیف کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو قتل کرنا اور نہ خیانت کرنا۔

غزوۂ موتہ کے لئے لشکر روانہ فرماتے ہوئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے امیر بنایا اور دیگر نصائح کے علاوہ ان کو یہ نصیحت بھی فرمائی۔

اوصیکم بتقوی الله وبمن معکم من المسلمین خیرا، اغزوا بسم الله فی سبیل الله من کفر بالله لاتغدروا ولاتغلوا ولا تقتلوا ولیدا (۱۶)

میں تمہیں ہر حال میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں، اپنے ساتھیوں سے خیر خواہی کرنا، اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں، اللہ سے کفر کرنے والوں کے ساتھ جہاد کرنا، غداری نہ کرنا، خیانت نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

۱۵۔ ابن ابی شیبہ۔ المصنف: ج ۶، ص ۴۸۳، رقم ۳۳۱۱۸

۱۶۔ شامی، سبل الہدیٰ والرشاد: ج ۶، ص ۱۴۶۔ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ: ج ۲، ص ۲۶۹

عن بن عمر رضی اللہ عنہما قال وجدت امرأۃ مقتولۃ فی بعض مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء والصبیان (۱۷)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوے میں ایک عورت قتل کی ہوئی پائی گئی تو آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔

عن الاسود بن سریع قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغزوت معہ فاصبت ظھرا فقتل الناس یومئذ حتی قتلوا الولدان وقال مرۃ الذریۃ فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مابال اقوام جاوزھم القتل الیوم حتی قتلوا الذریۃ، فقال رجل یا رسول اللہ انما ھم اولاد المشرکین فقال الا ان خیارکم ابناء المشرکین ثم قال الا لاتقتلوا ذریۃ الا لاتقتلوا ذریۃ قال کل نسمۃ تولد علی الفطرۃ حتی یعرب عنھا لسانھا، فابواھا یھودانھا وینصرانھا (۱۸)

اسود بن سریع سے راویت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی چنانچہ اس روز لوگوں نے قتال کیا اور بعض بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ انہوں نے آج قتل میں حد سے تجاوز کیا حتی کہ بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو مشرکین کی اولاد تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے بہترین لوگ مشرکین کی اولاد نہیں ہیں؟ پھر فرمایا کہ خبردار بچوں کو قتل مت کرو، خبردار بچوں کو قتل مت کرو، اور فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر جب وہ بولنے لگتا ہے تو اس کے والدین اسے یہودی یا نصارانی بنا دیتے ہیں۔

انسدادِ قتل اولاد

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل اولاد جیسے قبیح فعل کے انسداد کے لئے اخلاقی نصیحتوں کے ساتھ

۱۷۔ بخاری، کتاب الجہاد والسیر باب قتل النساء فی الحرب: ج۲،ص۲۷۶،رقم ۳۰۱۵

۱۸۔ احمد، المسند: ج۴،ص۴۵۷،رقم ۱۵۱۶۲

ساتھ مردوں اور عورتوں سے بیعت لیتے وقت ان سے اس بات کا خاص طور پر عہد لیتے تھے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔ چنانچہ فتح مکے کے دن جو مرد اور عورتیں اسلام قبول کرنے کے لئے گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے تو اس وقت بھی آپ نے خاص طور پر عورتوں سے اس کا اقرار لیا کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، دوسرے مواقع پر بھی جب خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان سے بھی یہ عہد لیتے تھے۔

اس فعل بد کے انسداد کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ○ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ○ (۱۹)

اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔

ذرا تصور کیجئے کہ قیامت کے روز حشر کے میدان میں لوگ حساب و کتاب کے لئے جمع ہیں، اللہ تعالیٰ قاضی مطلق کی عدالت قائم ہے، مجرم اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوئے ہیں، شہادت کے طور پر اعمال نامے ہاتھوں میں ہیں کہ ایک طرف سے چھوٹے چھوٹے معصوم، بے زبان بچے خون سے رنگین کپڑوں میں آکھڑے ہوں گے، اس وقت اللہ کی طرف سے سوال ہوگا۔ اے چھوٹی چھوٹی معصوم جانو! تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا۔ اس وقت ان زندہ درگور کرنے والوں کا کیا حال ہوگا؟

لڑکی کا باعث رحمت ہونا

دنیا و آخرت دونوں جگہ لڑکیاں اللہ کی رحمت ثابت ہوتی ہیں اور لڑکے کے مقابلے میں لڑکی کی پرورش زیادہ باعث اجر و ثواب اور قیامت کے روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا ذریعہ ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عال جاریتین حتی تبلغا جاء القیمة انا وھو کھاتین وضم اصابعه (۲۰)

جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں تو قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح ہوں گے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اپنی انگلیاں ملا کر دکھائیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من کانت له ثلاث بنات اوثلاث اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتھن واتقی الله فیھن فله الجنة (۲۱)

۱۹۔ التکویر: ۸،۹

۲۰۔ مسلم۔ الصحیح، کتاب البر والصله والآداب باب فضل الاحسان الی البنات: ج۴، ص۱۹۹، رقم ۲۶۳۱

جس کے تین لڑکیاں یا تین بہنیں یا دولڑکیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرے تو اس بندے کے لئے جنت ہے۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا ادلکم علی افضل الصدقة؟ ابنتك مردودة اليك ليس لها كا سب غيرك (۲۲)

کیا میں تمہیں سب سے افضل صدقہ نہ بتاؤں (آپ نے فرمایا کہ افضل صدقہ یہ ہے کہ) تمہاری بیٹی (مطلقہ ہوکر) تمہارے پاس لوٹا دی جائے اور تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو (اور تم اس کی کفالت کرو)۔

عن البراء رضی الله عنه قال لما اعتمر النبی صلی الله علیه سلم فی ذی القعده (۷ هجری قمری) ...... فلما دخلها ومضى الاجل اتو عليا فقالوا: قل لصاحبك اخرج عنا فقد مضى الاجل، فخرج النبی صلی الله علیه وسلم فتبعته ابنة حمزة فحملتها، تنادی یاعم یاعم فتنا ولها علی فاخذ بیدها، وقال لفاطمة عليها السلام: دونك ابنة عمك حملتها فاختصم فيها علی وزيد وجعفر، قال علی: انا اخذتها وهی بنت عمی وقال جعفر: ابنة عمی وخالتها تحتی وقال زيد: ابنة اخی فقضی بها النبی صلی الله علیه وسلم لخالتها وقال الخالة بمنزلة الام (۲۳)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ذی قعدہ ۷ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (عمرۂ قضا کے لئے) مکہ میں داخل ہوئے اور مقررہ مدت (تین دن) پوری ہوگئی تو اہل مکہ حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے ساتھی سے کہو کہ اب یہاں سے چلے جائیں کیوں کہ مدت پوری ہوگئی ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے نکلے تو آپ کے پیچھے حضرت حمزہ کی لڑکی چچا چچا کہتی ہوئے آئی، حضرت علی نے اسے لے لیا اور ہاتھ پکڑ کر حضرت فاطمہ کے پاس لائے اور کہا کہ اپنے چچا کی لڑکی کو تھام لو، پرورش کے لئے اسے

۲۱۔ترمذی: ج ۳،ص ۳۶۷،رقم ۱۹۲۳۔ابوداؤد: ج ۴،ص ۳۷۵،رقم ۵۱۴۷۔احمد: ج ۳،ص ۴۳۵،رقم ۱۰۹۹۱
۲۲۔ابن ماجه كتاب الآداب، باب بر الوالد والاحسان الى البنات: ج ۴،ص ۵۱۸،رقم ۳۶۶۷
۲۳۔بخاری، كتاب المغازی، باب عمرة القضاء: ج ۳،ص ۸۲،رقم ۴۲۵۱

ساتھ رکھنے میں حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید میں اختلاف ہو گیا، حضرت علی نے کہا کہ میں اسے ساتھ لایا ہوں اور یہ میرے چچا کی لڑکی ہے حضرت جعفر نے کہا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت زید نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ آپ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ فرمایا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔

یہ آپ کی اخلاقی تعلیمات ہی کا اثر تھا کہ جو لوگ اپنی لڑکیوں کو شرم و عار کا موجب جانتے تھے، جو لڑکی پیدائش پر لوگوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے تھے اور جو لڑکیوں کو خود اپنے ہاتھوں زندہ دفن کر دیتے تھے وہی لوگ اب لڑکیوں پر جان دینے اور ان کو باعث رحمت سمجھنے لگے تھے اور ایک لڑکی کی پرورش کے لئے تین تین گودیں بے تاب تھیں۔

مساوی سلوک

اسلام نے چودہ سو سال پہلے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے اور بچوں کے قتل کا انسداد فرمایا جیسا کہ اوپر مفصل بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے لڑکی کو بھی وہی مقام و مرتبہ دیا جو لڑکے کو حاصل تھا۔ اسلام تمام بچوں کے ساتھ مساوی سلوک کی تعلیم و ترغیب دیتا ہے اس لئے خوراک، لباس اور دیگر ضروریات اور معاملات میں لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دینا جائز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ سلم نے اس کی سختی سے ممانعت اور سب کے ساتھ مساوی سلوک کی تاکید فرمائی ہے اور ان والدین کو اجر و ثواب کی بشارت دی ہے جو بچوں کی صحیح پرورش کے ساتھ سب کے درمیان ہر طرح مساوی سلوک روا رکھیں۔ اسی لئے اسلامی معاشرے میں لڑکے اور لڑکی کی پروش برابری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی، اس کے ہمراہ اس کی دو لڑکیاں تھیں، اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا۔ میں نے اسے وہی دے دی تو اس نے اس کھجور کو اپنی لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود نہ کھایا، پھر وہ اٹھ کر چلی گئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کو یہ قصہ بتایا۔ آپ نے فرمایا:

من یلی من هذا البنات شیئاً فاحسن الیهن کن له سترا من النار (۲۴)

جو ان لڑکیوں کی وجہ سے کسی مصیبت میں مبتلا ہوا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ

۲۴۔ بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته: ج ۴، ص ۸۶، رقم ۵۹۹۵۔ مسلم: ج ۴، ص ۱۹۹، رقم ۲۶۲۹۔ ترمذی ج ۳، ص ۳۶۷، رقم ۱۹۲۲

ان کے لئے آگ سے آڑ ہوں گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سووا بین اولادکم فی العطیة فلو کنت مفضلا احدا لفضلت النساء (۲۵)

عطیہ دینے میں تمام اولاد کے ساتھ برابری کا معاملہ کرو، اگر میں اس معاملے میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں کو ترجیح دیتا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کانت له انثی فلم یئدها ولم یهنها ولم یؤثر ولده علیها ادخله الله الجنة (۲۶)

جس شخص کی سرپرستی میں کوئی لڑکی (بیٹی، بہن، وغیرہ) ہو اور وہ نہ تو اسے زندہ درگور کرے، نہ اس کی توہین کرے اور نہ اپنی اولاد نرینہ کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

عن جابر قال قالت امرأة بشیر انحل ابنی غلامك واشهد لی رسول الله صلی الله علیه وسلم، فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ان ابنة فلان سالتنی ان انحل ابنها غلاماً فقالت لی اشهد رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال له اخوة؟ فقال نعم قال فکلهم اعطیت مثل ما اعطیته؟ قال لا، قال فلیس یصلح هذا وانی لااشهد الا علی الحق (۲۷)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ بشیر کی بیوی نے بشیر سے کہا کہ تو اپنا غلام میرے بیٹے کی غلامی میں دے دے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لئے گواہ کردے تو بشیر نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں کی بیٹی نے مجھ سے میرا غلام اپنے بیٹے کے لئے مانگا ہے اور کہا ہے کہ اس پر رسول اللہ کو گواہ بنادو، آپ نے فرمایا کیا اس کے اور بھائی بھی ہیں، اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا کیا تو نے ان سب کو ویسا عطیہ دیا ہے، جو اس کو دیا ہے (یعنی غلام) تو اس نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا یہ مناسب نہیں اور میں

۲۵۔ هیثمی، مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الهبة للولد وغیره: ج ۴، ص ۲۷۲، رقم ۶۷۵۹

۲۶۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۷۵، رقم ۵۱۴۶

۲۷۔ ایضاً: ج ۳، ص ۲۸۰، رقم ۳۵۴۵

حق کے سوا کسی پر گواہ نہیں ہوتا۔

بچے کے کان میں اذان

ولادت کے بعد جب بچے کو غسل دے کر کپڑے پہنا دیئے جائیں تو سنت یہ ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے تا کہ بچہ دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور توحید و رسالت کے کلمات سنے اور اس کے کان توحید و رسالت سے آشنا ہو جائیں، یہ بچے کا اسلامی حق ہے، ان الفاظ کے اثرات اس کی آنے والی زندگی پر پڑتے ہیں۔ بچے کے کان میں اذان کہنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سے شیطان بھاگتا ہے جو انسان کا ازلی دشمن ہے، اس طرح بچے کی روح شیطانی دعوت سے پہلے اسلامی دعوت سے آشنا ہو جاتی ہے اور اس کا دشمن مایوس ہو کر ابتدا ہی میں پسپا ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو رافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ

اذن فی اذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة بالصلاة (۲۸)

حضرت فاطمہ کے ہاں جب حسن پیدا ہوئے تو آپ نے ان کے کان میں نماز والی اذان کہی۔

حسین بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

من ولد له ولدا فاذن فی اذنه الیمنی واقام فی اذنه الیسری لم تضره ام الصبیان (۲۹)

جس کو اللہ نے اولاد عطا فرمائی اور اس نے اس کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت کہی تو اس بچے کو ام الصبیان (ایک بیماری جس میں بچہ سوکھ کر نہایت کمزور ہو جاتا ہے) نقصان نہیں پہنچائے گی۔

تحنیک

۲۸۔ ترمذی، کتاب الاضاحی، باب الاذان فی اذن المولود: ج۳،ص۱۷۳، رقم ۱۵۱۹۔ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الصبی یولد فیؤذن فی اذنه: ج۴،ص۳۶۳، رقم ۵۱۰۵۔ بیهقی/ السنن الکبریٰ، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی التاذین فی اذان الصبی حین یولد: ج۱۴،ص۲۶۴، رقم ۱۹۸۴۶

۲۹۔ مجمع الزوائد، کتاب الصید والذبائح، باب الاذان فی اذن المولود: ج۴،ص۹۵، رقم ۶۲۰۶۔ ابویعلیٰ، المسند: رقم ۶۷۸۰

ولادت کے بعد بچے کا دوسرا حق تحنیک کی سنت ادا کرنا ہے۔ تحنیک یہ ہے کہ کھجور کو منہ میں چبا کر خوب نرم کیا جائے پھر اس کا کچھ حصہ اپنی انگلی پر لے کر بچے کے منہ میں ڈال دیا جائے تاکہ بچہ منہ چلا کر آسانی سے نگل لے۔ اگر کھجور میسر نہ ہو تو جو میٹھی چیز میسر آ جائے اسی سے تحنیک کی جائے بشرطیکہ وہ بچے کے لئے نقصان دہ نہ ہو، بہتر یہ ہے کہ تحنیک کی سنت کسی نیک آدمی سے ادا کرائی جائے۔

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال ولد لی غلام فاتیت بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسماہ ابراھیم فحنکہ بتمرۃ و دعالہ بالبرکۃ ودفعہ الی وکان اکبر ولد ابی موسیٰ (۳۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، میں اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کے ساتھ تحنیک کی، اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور مجھے واپس دے دیا، راوی کہتے ہیں کہ یہ ابوموسیٰ کا سب سے بڑا (یعنی پہلا) بچہ تھا۔

عن عائشہ رضی اللہ عنھما قالت اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصبی یحنکہ فبال علیہ فاتبعہ الماء (۳۱)

حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا۔ آپ نے اس کی تحنیک کی، پھر اس نے آپ پر پیشاب کر دیا تو آپ نے اس پر پانی بہا دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بچے کی پیدائش کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد ابوطلحہ نے مجھ سے کہا:

احفظہ حتی تاتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وارسلت معہ بتمرات فاخذہ النبی فقال امعہ شئی؟ قالوا نعم تمرات، فاخذھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمضغھا ثم اخذ من فیہ فجعلھا فی فی الصبی وحنکہ بہ وسماہ عبد اللہ (۳۲)

اس بچے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ اور کچھ کھجوریں بھی ساتھ دیں، نبی

۳۰۔ **بخاری کتاب العقیقہ، باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق و تحنیکہ:** ج ۳، ص ۴۶۷، رقم ۵۴۶۷ ۳۱۔ بخاری، ایضاً

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گود میں لیا اور کہا کہ کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے، انہوں نے کہا کچھ کھجوریں ہیں، آپ نے کھجور لے کر اس کو چبایا پھر اس کو اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

عقیقہ اور سر مونڈنا

بچے کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کرنا اور سر کے بال مونڈنا سنت ہے۔ بال مونڈنے کے بعد سب بالوں کو جمع کر کے ان کے وزن کے برابر چاندی فقرا و مساکین میں تقسیم کرنی چاہئے۔ لڑکے لئے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک بکرا قربان کیا جائے اور اس کا گوشت رشتہ داروں، پڑوسیوں، اور فقرا و مساکین میں تقسیم کیا جائے۔ نمود و نمائش اور فخر و بڑائی کے اظہار سے بچتے ہوئے عقیقہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر کرنا چاہئے۔ عقیقے کی مشروعیت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

سلمان بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

مع الغلام عقيقة فاهر يقوا عنه دما واميطوا عنه الاذى (۳۳)

لڑکے کا عقیقہ کرو، اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے تکلیف دور کرو۔

عن انس بن مالك رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر برأس الحسن والحسين ابنئ على بن ابى طالب رضى الله عنه يوم سابعهما فحلقا، ثم تصدق بوزنه فضة (۳۴)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے بیٹوں حسن اور حسین کی پیدائش کے ساتویں دن ان کے سر مونڈنے کا حکم دیا تو ان دونوں کے سر مونڈے گئے، پھر بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

عن على رضى الله عنه قال عق رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحسن

۳۲۔بخاری کتاب العقیقہ، باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق و تحنيكه: ج ۳،ص ۴۶۷،رقم ۵۴۷۰

۳۳۔بخاری کتاب العقيقة اماطة الاذى عن الصبى فى العقيقة: ج ۳،ص ۴۶۸،رقم ۵۴۷۲۔ترمذی كتاب الاضاحى باب الاذان فى اذن المولود: ج ۳،ص ۱۷۳،رقم ۱۵۲۰۔مجمع الزوائد كتاب الصيد والذباح باب العقيقة: ج ۴،ص ۹۱،رقم ۶۱۹۱

۳۴۔بیہقی، السنن الكبرىٰ، كتاب الضحايا باب العقيقة سنة: ج ۱۴،ص ۲۵۳،رقم ۱۹۸۱۱

بشاة وقال یا فاطمة احلقی راسه و تصدقی بزنة شعره فضة، فوزناه فکان وزنه درهما وبعض درهما (۳۵)

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری سے حضرت حسن کا عقیقہ کیا اور کہا اے فاطمہ اس کا سر منڈواؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو، پھر بالوں کا وزن کیا گیا تو ان کا وزن ایک درہم سے کچھ زیادہ تھا۔

عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن القزع والقزع ان یحلق بعض رء س الصبی ویدع بعضه (۳۶)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے اور قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا جائے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے۔

عقیقے کا جانور ذبح کرتے وقت بچے کا نام لیا جائے۔ حدیث میں عقیقے کی دعا کے یہ الفاظ آئے ہیں:

بسم الله الله اکبر، اللهم لك والیك هذه عقیقة فلان (۳۷)

اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ یہ تیرا مال ہے اور تیرے لئے پیش ہے، یہ فلاں (بچے کا نام لیا جائے) کا عقیقہ ہے۔

اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کیا جا سکے تو چودھویں یا اکیسویں دن کیا جائے۔ اگر بچپن میں کسی کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو بڑے ہو کر اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔

بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العقیقة (تذبح) لسبع اواربع عشرة او احدی وعشرین (۳۸)

عقیقہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں روز کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

عن الغلام شاتان وعن الانثی واحدة ولایضر کم ذکرانا کن ام اناثا (۳۹)

۳۵۔ایضاً، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی التصدق بزنة شعره فضة: ج۱۴،ص۲۶۳،رقم ۱۹۸۴۱

۳۶۔بخاری کتاب اللباس باب القزع: ج۴،ص۶۹،رقم ۵۹۲۱۔بیهقی کتاب الضحایا باب النهی عن القزع: ج۱۴،ص۲۶۴،رقم ۱۹۸۴۴

۳۷۔بیهقی کتاب الضحایا باب ماجاء فی وقت العقیقه وحلق الرء س والتسمیه: ج۱۴،ص۲۶۱،رقم ۱۹۸۳۵۔مجمع الزوائد کتاب الصیدو الذبائح باب العقیقه: ج۴،ص۹۱،رقم ۶۱۸۹

لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف ایک بکری، چاہے وہ مذکر ہوں یا مؤنث اس سے کوئی حرج نہیں۔

نام رکھنا

پیدائش کے بعد بچے کا نام رکھنے کے لئے شرعاً کوئی دن تاریخ مقرر نہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ پیدائش کے ساتویں روز بچے کا نام رکھ دیا جائے۔ بچے کا نام پیدائش کے دن بھی رکھا جا سکتا ہے۔

حضرت سمرہ بن عامر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه (۴۰)

بچہ اپنے عقیقے سے بندھا ہوا ہے اس کی طرف سے ساتویں روز قربانی کی جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا كان يوم سابعة فاهر يقوا عنه دما وامطوا عنه الاذا وسموه (۴۱)

جب بچے کی پیدائش کا ساتواں دن ہو جائے تو اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے تکلیف دور کر دو اور اس کا نام رکھو۔

عن سهل قال اتى بالمنذر بن ابى اسيد الى النبى صلى الله عليه وسلم حين ولد، فوضعه على فخذه وابو اسيد جالس، فلها النبى صلى الله عليه وسلم بشئى بين يديه، فامر ابو اسيد بابنه، فاحتمل من فخذ النبى صلى الله عليه وسلم فاستفاق النبى ﷺ فقال اين الصبى؟ فقال ابو اسيد قلبناه يا رسول الله قال ما اسمه؟ قال فلان قال ولكن اسمه المنذر (۴۲)

سہل بن سعد ساعدی بیان کرتے ہیں کہ جب ابو اسید کے بیٹے منذر کی ولادت ہوئی تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ نے اس کو اپنی ران پر رکھ لیا، ابو اسید بھی

۳۸۔مجمع الزوائد كتاب الصيد والذبائح باب زمن العقيقة وقضائها: ج۴،ص۹۴، رقم ۶۲۰۲

۳۹۔ترمذی، كتاب الاضاحی، باب الاذان فی اذن المولود: ج۳،ص۱۷۴، رقم ۱۵۲۱

۴۰۔ترمذی، كتاب الاضاحی، باب من العقيقه: ج۳،ص۱۷۷، رقم ۱۵۲۷۔بیہقی، السنن الکبریٰ، كتاب الضحايا، باب العقيقة سنة: ج۱۴،ص۲۵۲، رقم ۱۹۸۰۴

۴۱۔مجمع الزوائد، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة: ج۴،ص۹۲، رقم ۶۱۹۳

وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر آپ اپنے سامنے کسی چیز کی طرف متوجہ ہوئے اسید نے اپنے بچے کو لے جانے کے لئے کہا تو اس کو آپ کی ران سے اٹھا لیا گیا۔ پھر آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا بچہ کہاں ہے؟ ابو اسید نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے اس کو واپس کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا کیا نام رکھا ہے۔ انہوں نے کہا فلاں۔ آپ نے فرمایا بلکہ اس کا نام منذر ہے۔

اولاد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ والدین اس کا اچھا نام رکھیں، اس لئے کہ نام کا اثر شخصیت پر پڑتا ہے۔ اس لئے لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے نام اچھا ہونا چاہئے۔ ایسے نام نہیں رکھنے چاہئیں جو غیر سنجیدہ ہوں یا ہنسی مذاق کا ذریعہ بن سکتے ہوں یا ان سے حماقت، بدبختی، مصیبت اور جہالت وغیرہ کا مفہوم نکلتا ہو۔

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان من حق الولد علی الوالد ان یحسن اسمه وان یحسن ادبه (۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ پر بچے کا یہ حق بھی ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے۔

اگر کسی وجہ سے کسی کا نامناسب نام رکھ دیا گیا تو اس کو بدل دینا چاہئے۔

عن عائشة رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یغیر الاسم القبیح (۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیح ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے:

احب الاسماء الی الله عبد الله و عبد الرحمن (۴۵)

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

عن ابی درداء قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکم تدعون یوم القیمة باسماء کم واسماء آبائکم فاحسنوا اسماء کم (۴۶)

قیامت کے روز تمہیں تمہارے ناموں اور تمہارے والد کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ سو

۴۲۔ بخاری، **کتاب الادب، باب تحویل الاسم الی اسم احسن منه**: ج ۴، ص ۱۳۲، رقم ۶۱۹۱

۴۳۔ مجمع الزوائد: ج ۸، ص ۹۳، رقم ۱۲۸۲۹　　۴۴۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۸۲، رقم ۲۸۴۸

۴۵۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۶۷۲

تم اپنے اچھے نام رکھو۔

ختنہ کرنا

بچے کی ختنہ کرانا اسلامی شعار اور بچے کی صحت و تندرستی کے لئے ضروری ہے۔ ختنہ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرتی ہے۔ جدید طبی تحقیق کے مطابق بے ختنہ آدمی کے پیشاب کی جگہ پر سرطان کا مرض ہو جاتا ہے۔ اس طبی تحقیق کے بعد مغرب کے وہ لوگ بھی ختنہ کرانے لگے ہیں جو پہلے اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ختنہ کرانا سنت ہے بعض ائمہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور بعض فقہا نے اسے واجب قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الفطرة خمس: الختان والا ستحداد وقص الشوارب وتقليم الاظفار ونتف الآباط (۴۷)

پانچ کام فطرت (سنت) کا حصہ ہیں: ۱۔ختنہ کرانا، ۲۔ناف کے نیچے کے بال صاف کرنا، ۳۔موچھیں کاٹنا، ۴۔ناخن کاٹنا، ۵۔بغل کے بال صاف کرنا۔

بچے کا ختنہ ساتویں روز کرادینا زیادہ بہتر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کا عقیقہ کیا اور ساتویں روز دونوں کا ختنہ بھی کرادیا۔

رضاعت

بچے کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کی پرورش درست نہج پر کی جائے۔ اسلام نے والدین کو اپنے بچوں کی پرورش اور نشو ونما کا براہ راست ذمے دار ٹھہرایا ہے۔ اگر والدین نے اس میں کوتاہی کی تو وہ اللہ کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔ بچہ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں خورد ونوش سمیت اپنی تمام ضروریات کے لئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے والدین کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ بچے کی خوراک اور لباس وغیرہ کا موسم کے اعتبار سے مناسب انتظام کریں اور جب تک وہ خود کھانے پینے اور پہننے کے قابل نہ ہو جائے اس کی خبر گیری کرتے رہیں۔ اس کے بعد بالغ ہونے تک اس کے لئے رزق حلال کا انتظام، اس کی نگرانی اور اس کے خرچ کی ذمے داری اٹھاتے رہیں، البتہ مصارف صرف باپ کے ذمے ہیں۔

شیر خوارگی کے دنوں میں ماں اپنے بچے کو دودھ پلانے کی پابند ہے۔ اگر ماں نہ ہو یا طلاق وغیرہ

۴۶۔ابوداؤد: ج۴،ص۲۸۷،رقم ۴۹۴۸۔دارمی: ج۲،ص۳۸۰،رقم ۲۶۹۴

۴۷۔بخاری، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار: ج۴،ص۶۴،رقم ۵۸۹۱

کے سبب علیحدگی ہوچکی ہو تو باپ پر اس کی رضاعت کا انتظام کرنا اور اس کے اخراجات برداشت کرنا فرض ہے۔ قرآن کریم نے شیر خوارگی کی مدت دو برس مقرر کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِھَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَي الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (۴۸)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں اور جو شخص اپنے بچے کو (طلاق کے بعد بھی) اسی عورت سے پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو اس پر دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق لازم ہے۔ کسی کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے، نہ تو ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے، اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے۔ پھر اگر وہ دونوں اپنی رضا مندی اور مشورے سے (اس مدت سے پہلے) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور تم اپنے بچوں کو کسی اور سے دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ تم نے جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے اس کو دستور کے مطابق دے دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب دیکھتا ہے۔

اس آیت میں رضاعت کے چند احکام کا بیان ہے:

۱۔ بچے کو دودھ پلانا ماں کے ذمے واجب ہے، اگر کوئی عورت ضد یا ناراضی کے سبب بچے کو دودھ نہ پلائے تو گنہگار ہوگی۔ جب تک عورت نکاح میں ہے وہ اپنے شوہر سے بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ نہیں لے سکتی، کیوں کہ یہ اس کا فرض ہے۔ باپ کے ذمے جو نان نفقہ ہے وہی اس کے لئے کافی ہے۔ مزید اجرت کا مطالبہ باپ کو تکلیف پہنچانا ہے۔

۲۔ اگر طلاق کی عدت گزر چکی ہے اور نفقے کی ذمے داری ختم ہوچکی ہے تو مطلقہ بیوی اپنے بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ طلب کرسکتی ہے اور یہ معاوضہ باپ کو دینا پڑے گا۔ نہ دینے میں ماں کا نقصان

۴۸۔ البقرہ: ۲۳۳

ہے۔ البتہ ماں اتنا ہی معاوضہ طلب کر سکتی ہے جتنا کوئی دوسری عورت لیتی ہے بہ صورت دیگر باپ کو حق ہوگا کہ وہ اس کی بجائے کسی انا سے دودھ پلوائے۔

۳۔ رضاعت کے مدت دوسال ہے۔ جب تک کوئی خاص عذر مانع نہ ہو، بچے کا حق ہے کہ اس کو دوسال تک دودھ پلایا جائے۔ ڈھائی سال کے بعد بچے کو ماں کا دودھ پلانا بالاتفاق حرام ہے۔

۴۔ اگر ماں کسی عذر یا ضرورت کے سبب بچے کو دودھ پلانے سے انکار کرے تو باپ کو اسے مجبور کرنا جائز نہیں۔ اگر بچہ کسی دوسری عورت یا جانور کا دودھ نہ پیئے تو ماں کو مجبور کیا جائے گا۔

۵۔ اگر باپ زندہ نہ ہو تو بچے کو دودھ پلانے کا انتظام اس شخص کے ذمے ہے جو بچے کا جائز وارث ہو۔

۶۔ ماں باپ باہمی رضامندی سے ماں کی معذوری یا بچے کی کسی بیماری کے سبب اس کا دودھ دو سال سے کم مدت میں چھڑا سکتے ہیں۔ اس میں ان پر کوئی گناہ ہیں۔

۷۔ ضرورت کی تحت ماں کی بجائے کسی انا کا دودھ پلوانے میں کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ دودھ پلانے والی کو وہ اجرت ادا کی جائے جو دودھ پلانے سے پہلے طے کی گئی تھی۔

آخر میں فرمایا کہ ان سب باتوں میں اللہ سے ڈرتے رہو اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کھلے اور چھپے اور ظاہر و غائب کو پوری طرح دیکھ رہا ہے اور وہ تمہارے دلوں کے مخفی ارادوں اور تمہاری نیتوں سے باخبر ہے۔ اگر کسی فریق نے دودھ پلانے یا چھڑانے کے مذکورہ احکام کی خلاف ورزی کی یا بچے کی مصلحت کو نظر انداز کر کے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ (۴۹)

بچوں پر شفقت و رحمت

اللہ تعالیٰ بچوں کو پسند فرماتا ہے اسی لئے قرآن کریم میں اس نے بچے کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ (۵۰)

قسم ہے اس شہر (مکہ) کی اور اس شہر میں آپ پر ممانعت نہیں رہے گی، اور قسم ہے والد کی اور اولاد کی۔

قرآن کریم نے دوسری جگہ بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہا ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (۵۱)

۴۹۔ مفتی محمد شفیع۔ معارف القرآن: ج۱، ص ۵۸۰، ۵۸۳۔ تصرفاً و ملخصاً ۵۰۔ البلد: ۱، ۳

اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

ایک اور جگہ بچوں کو دنیاوی زندگی کی رونق کہا گیا ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۵۲)

مال اور اولاد دنیوی زندگی کی رونق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو بچوں کا اس درجے خیال ہے کہ ان کے سبب وہ لوگوں پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

لو لا الاطفال رضع وشیوخ رکع وبھائم رتع لنصب علیکم العذاب انصبابا

اگر چھوٹے بچوں کو دودھ نہ پلایا جارہا ہوتا، بوڑھے لوگ رکوع میں اور جانور میدان میں چر نہ رہے ہوتے تو تم پر سخت عذاب نازل ہوتا۔

انسانی تاریخ طاقتوروں کے جبر وتشدد اور ضعیف و ناتواں لوگوں کی مجبوریوں اور بے بسیوں سے بھری پڑی ہے۔ اگر کوئی شخص طاقت وقدرت اور اختیار رکھتے ہوئے بھی کسی کمزور و مجبور انسان پر ظلم و زیادتی نہ کرے تو یہ بہت ہی عجیب بات ہوگی۔ عملاً ایسا نہیں ہوتا۔ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو اختیار وقدرت کے باوجود کمزور و ناتواں کی حفاظت کرتی ہے۔ آپ کی رحمت وشفقت عام ہے، اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی، گوروں کے لئے بھی اور کالوں کے لئے بھی، عربیوں کے لئے بھی اور عجمیوں کے لئے بھی، آزاد لوگوں کے لئے بھی اور غلاموں کنیزوں کے لئے بھی۔ غرض آپ کی شفقت ورحمت سے کوئی بھی محروم نہیں، اسی لئے قرآن کریم نے آپ کو رحمت کائنات فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَO (۵۳)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ کی صفت رحمت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌO (۵۴)

بیشک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسا رسول آگیا ہے جس پر تمہاری تکلیف، شاق گزرتی ہے، جو تمہاری بھلائی کا بڑا خواہش مند ہے، وہ مومنوں پر نہایت شفیق ومہربان ہے۔

۵۱۔ الفرقان: ۷۴　　۵۲۔ الکہف: ۴۶　　۵۳۔ الانبیاء: ۱۰۷

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ جس طرح تم انسان ہو وہ بھی انسان ہے، وہ تمہارے درمیان تمہاری ہی طرح زندگی بسر کرتا ہے، تم اس کے حسب ونسب، اس کی عفت و پاکیزگی اور اس کے اخلاق و عادات سے خوب واقف ہو، تم اس کے اٹھنے بیٹھنے، آنے جانے اور صدق و امانت سب ہی باتوں کو جانتے ہو، زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کے خاندان پر کوئی دھبہ نہیں، وہ تمہارا ہم جنس ہونے کے علاوہ تمہارا غایت درجے ہمدرد وشفیق اور مہربان ہے۔ امت کی تکلیف اس کو نہایت شاق گزرتی ہے۔ یہ تم پر اللہ کا بڑا احسان ہے ورنہ اگر وہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر تمہارے پاس بھیج دیتا تو تم نہ تو اس سے مانوس ہوتے اور نہ وہ تمہارا اس درجہ ہمدرد وخیر خواہ ہوتا۔ لہٰذا تمہارے لئے اس سے پوری طرح استفادہ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔ ایسے شفیق ومہربان کی بات نہ ماننا اور اس کے ساتھ ضد و عناد کا معاملہ کرنا سراسر عقل وفطرت کے خلاف ہے۔ اخوت و ہمدردی کی طرح آپ کی شفقت والفت بھی محتاج بیان نہیں۔ آپ ہر طبقے سے شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الراحمون یرحمهم الرحمن، ارحموا اهل الارض یرحکم من فی السماء (۵۵)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

جریر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایرحم الله من لایرحم الناس (۵۶)

اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے راویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس منامن لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (۵۷)

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔

عن اسامة ابن زید رضی الله عنهما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یاخذنی فیقعدنی علی فخذه، ویقعد الحسن علی فخذه الاخری، ثم

۳۱۱، رقم ۴۹۴۱۔ ترمذی، کتاب البر والصله، باب ماجاء فی رحمة المسلمین: ج ۳، ص ۳۷۱، رقم ۱۹۳۱

۵۶۔ بخاری کتاب التوحید باب قوله تعالیٰ قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن: ج ۴، ص ۴۳۸، رقم ۷۳۷۶

یضمهما ثم یقول اللهم ارحمهما فانی ارحمهما (۵۸)

اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک زانو پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسرے پر حسنؓ کو بٹھا لیتے، پھر دونوں زانوں کو ملا کر کہتے اے اللہ ان دونوں پر رحم فرما کیوں کہ میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔

عن جابر بن سمرة قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم صلاة الاولی ثم خرج الی اهله وخرجت معه فاستقبله ولدان فجعل یمسح خدی احدهم واحد اواحدا قال واما انا فمسح خدی (۵۹)

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر آپ گھر جانے کے لئے نکلے تو میں بھی آپ کے ساتھ نکلا، سامنے سے کچھ بچے آئے۔ آپ نے ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرا اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔

کتب احادیث میں بچوں کے ساتھ آپ کی محبت و شفقت کی بے شمار و بے حساب تفصیلات مرقوم ہیں۔

ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ کپڑے لائے گئے، ان میں ایک چھوٹی سیاہ چادر تھی آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے یہ چادر کسے دی جائے۔ لوگ خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا ام خالد کو میرے پاس لاؤ، انہیں گود میں اٹھا کر لایا گیا (کیوں کہ وہ چھوٹی بچی تھیں) آپ نے وہ چادر اپنے ہاتھ میں لے کر انہیں پہنا دی اور دعا دی دیر تک جیتی رہو، اس چادر میں سبز اور زرد رنگ کے نقش و نگار تھے، آپ نے فرمایا ام خالد یہ نقش و نگار سنا ہیں، حبشی زبان میں سنا اچھے کو کہتے ہیں۔ (۶۰)

ام خالد بنت خالد بن سعید کہتی ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ آپ کی خدمت میں آئی اور میرے جسم پر زرد رنگ کی قمیص تھی، آپ نے سنہ سنہ فرمایا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ حبشی زبان میں حسنہ (اچھے) کو سنا کہتے ہیں۔ ام خالد کہتی ہیں کہ پھر میں مہر نبوت سے کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔ آپ نے فرمایا

۵۷۔ترمذی، کتاب البر والصله، باب ماجاء فی رحمة الصبیان: ج ۳، ص ۳۶۹، رقم ۱۹۲۶۔ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمة: ج ۴، ص ۳۱۱، رقم ۴۹۴۳

۵۸۔بخاری، کتاب الادب، باب وضع الصبی علی الفخذ: ج ۴، ص ۸۷، رقم ۶۰۰۳

۵۹۔مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحة النبی صلی الله علیه وسلم: ج ۴، ص ۴۲، رقم ۲۳۲۹

اسے کھیلنے دو۔ پھر آپ نے تین مرتبہ دعا دی کہ اس قمیص کو خوب پہنو اور پرانی کرو عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ قمیص اتنے دنوں تک باقی رہی کہ (زبانوں پر) اس کا چرچا ہو گیا۔(۶۱)

بچوں کو بوسہ دینا

اللہ تعالیٰ نے انسان میں رحمت و مہربانی کا جو جذبہ ودیعت فرمایا ہے اس کا اظہار ایک فطری امر ہے، بعض لوگوں میں اس جذبے کی کمی ہوتی ہے، اور بعض میں یہ جذبہ ہوتا تو ہے لیکن وہ اس کو اپنی سنگ دلی سے دبا دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فطری جذبے کے اظہار کو ضروری قرار دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت حسن بن علی کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا میرے دس لڑکے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

من لایرحم لایرحم (۶۲)

جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (اس وقت آپ حضرت حسن یا کسی اور کو بوسہ دے رہے تھے، اعرابی کو آپ کا یہ طرز عمل وقار کے خلاف معلوم ہوا) وہ کہنے لگا آپ بچوں کو پیار کرتے ہیں، میرے بھی بچے ہیں لیکن میں نے کبھی پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا:

او املك ان نزع الله من قلبك الرحمة (۶۳)

اگر اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

بچے کے رونے پر نماز مختصر کرنا

حضرت انس فرماتے ہیں ''میں نے کسی امام کے پیچھے آپ سے زیادہ مختصر اور مکمل نماز ادا نہیں کی اگر وہ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کر دیتے کہ کہیں اس کی ماں پریشان نہ ہو''۔(۶۴)

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لاقوم فی الصلاۃ ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلاتی کراھیۃ ان اشق علی امہ (۶۵)

۶۰۔بخاری، کتاب اللباس، باب الخمیصۃ السوداء: ج۴،ص۴۸،رقم ۵۸۲۳

۶۱۔بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ: ج۲،ص۲۹۲،رقم ۳۰۸۱

میں نماز کو طویل کرنے کے ارادے سے کھڑا ہوتا ہوں تو میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی کر دیتا ہوں کہ کہیں (نماز میں شریک) اس کی ماں پر شاق نہ گزرے۔

عن ابی قتادہ قال خرج علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وامامۃ بنت ابی العاص علی عاتقہ، فصلی فاذا رکع وضع، واذا رفع رفعھا (۶۶)

ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر ہماری طرف آئے، آپ کی نواسی امامہ بنت ابو العاص آپ کے کندھے پر تھی، اسی حالت میں آپ نے نماز پڑھائی، جب آپ رکوع میں جاتے تو اسے اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے کندھے پر اٹھا لیتے۔

بچے کی جان کنی کے وقت آنسو جاری ہونا

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو یوسف لوہار کے ہاں گئے جو ابراہیم رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے) کو دودھ پلانے والی خاتون کے شوہر تھے۔ آپ نے ابراہیم کو ان سے لے کر چوما، پھر اس کے (کچھ دن) بعد ہم ان کے ہاں گئے، اس وقت ابراہیم کی جان کنی کا وقت تھا سو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (اس وقت) عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا یا رسول اللہ اور آپ بھی۔ آپ نے فرمایا:

یا ابن عوف انھا رحمۃ ثم اتبعھا باخری فقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا مایرضی ربنا وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون (۶۷)

اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے۔ پھر آپ نے تفصیل سے فرمایا بے شک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے۔ پھر بھی ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی سے مغموم ہیں۔

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (زینب رضی اللہ

۶۲۔ بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد وتقبیلہ و معانقتہ: ج ۴، ص ۸۶، رقم ۵۹۹۷

۶۳۔ بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی انا بك لمحزونون: ج ۱، ص ۳۱۷، رقم ۱۳۰۳

۶۴۔ بخاری، ایضاً: رقم ۵۹۹۸　　۶۵۔ بخاری کتاب الاذان، باب من اخف الصلاۃ عند بکاء الصبی: ج ۱، ص ۱۷۱، رقم ۷۰۸　　۶۶۔ بخاری ایضاً: ۷۰۷

۶۷۔ بخاری، کتاب الادب بارحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ: ج ۴، ص ۸۶، رقم ۵۹۹۵

عنہا) نے آپ کو کہلوا بھیجا کہ میری بچی بستر مرگ پر ہے اس لئے آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس وقت سعد اور ابی بن کعب آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے انہیں سلام کہلوا دیا اور فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جو چاہے لے اور جو چاہے دے، اس کے ہاں ہر چیز متعین ہے اس لئے اس مصیبت پر اللہ سے اجر کی امیدوار رہو اور صبر کرو۔ آپ کی صاحبزادی نے قسم دے کر ایک آدمی دوبارہ بھیجا۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ پھر بچی اٹھا کر آپ کی گود میں رکھی گئی اور وہ جاں کنی کے عالم میں مضطرب تھی آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس پر سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے، آپ نے فرمایا:

ھذہ رحمة وضعھا اللہ فی قلوب من شاء من عبادہ ولا یرحم اللہ من عبادہ الا الرحماء (۶۸)

یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں میں سے ان ہی پر رحم کرتا ہے جو خود رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔

اولاد کا حق تعلیم

مذہب وملت اور قوم وملک کی تقدیر کا انحصار نوجوان نسل پر ہوتا ہے۔ یہی نسل مستقبل میں معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی ہر قسم کی ذمے داریوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتی ہے۔ اگر اس کی تعلیم و تربیت صحیح خطوط پر ہوگی تو ملک وقوم کی ترقی کا کاررواں صحیح سمت میں رواں دواں رہے گا۔ تعلیم میں دینی و دنیوی دونوں علوم داخل ہیں۔ اس لئے قرآن وحدیث اور شرعی احکام کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کو سائنسی وعمرانی علوم کا سکھانا بھی ضروری ہے۔

اگر ان کی تعلیم وتربیت اور حقوق سے چشم پوشی کی جائے یا غفلت برتی جائے تو یہ اس ملک وقوم کی نری بدقسمتی ہوتی ہے۔ اور ملک وقوم دونوں تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں، اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس تباہی وبربادی سے نہ بچا سکے گی۔ اسی لئے شریعت نے اولاد کی اخلاقی، مذہبی، دینی اور دنیوی ہر قسم کی تعلیم و تربیت کی ذمے داری ماں باپ پر ڈالی ہے۔ لہٰذا اگر ہر گھر کا سربراہ اولاد کے بارے میں اپنی ذمے داری پوری کرے تو اس کے انفرادی اور اجتماعی فوائد نمایاں طور پر ظاہر ہوں گے اور ہمارا انتشار زدہ معاشرہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک صالح معاشرے میں تبدیل ہو جائے گا۔

حصول علم کی فرضیت

علم ہی اللہ کی وہ عظیم نعمت ہے جس کے ذریعے انسان کو اچھے اور برے میں تمیز اور اندھرے اور روشنی کی پہچان ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے بلا تفریق طبقات وقبائل اور بلا تخصیص مرد وزن سب کے لئے تعلیم کو فرض قرار دیا۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۶۹)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۷۰)

کیا علم والے اور بے علم برابر ہوتے ہیں؟

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (۷۱)

اور نابینا اور بینا برابر نہیں۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۷۲)

بے شک اس کے بندوں میں سے علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

خشیت ایک قوت کا نام ہے جو بندے اور اللہ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بندوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اور کوئی نہیں ڈرتا۔ اللہ کے بندوں میں سے جو شخص جتنا زیادہ صاحب علم ہوگا اسی قدر اس کے دل میں اللہ کی عظمت وہیبت ہوگی اس لیے کہ اہل علم ہی اللہ کی عظمت شان جانتے اور پہچانتے ہیں۔ پس جس کو یہ علم ویقین ہوگا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرے گا۔

اس سے بڑھ کر علم کی فضیلت کیا ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما بعثت لاتمم حسن الاخلاق (۷۳)

بے شک مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (۷۴)

۶۸۔ بخاری، کتاب المرضی، باب عیادة الصبیان: ج۴، ص۶، رقم ۵۶۵۵

۶۹۔ ابن ماجہ: ج۱، ص۹۷، رقم ۲۲۴۔ مجمع الزوائد: ج۱، ص۳۳۲، رقم ۴۷۲

۷۰۔ الزمر: ۹ ۷۱۔ المومن: ۵۸ ۷۲۔ الفاطر: ۲۸

میں مبعوث ہی اس لئے ہوا ہوں کہ حسن اخلاق کو کمال تک پہنچا دوں۔

قرآن کریم نے بھی آپ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد کتاب وحکمت کی تعلیم بتایا ہے۔

حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (۷۵)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت ابو درداء کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلا اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی اور بلاشبہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر۔ بلاشبہ علما انبیا کے وارث ہیں اور انبیا کسی کو درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ پایا“۔(۷۶)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد (۷۷)

ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

اولاد کی صحیح خطوط پر تعلیم وتربیت

افراد کی صحیح تعلیم وتربیت ہی اصلاح وترقی کی ضامن ہے سو اولاد کو بچپن میں جیسی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے وہ بڑے ہو کر اسی پر قائم رہتی ہے، اگر وہ بچپن میں غلط راستے پر پڑ گئی تو جوان ہو کر بھی وہ اسی غلط روش پر قائم رہے گی، اب اس کو انتہائی کوشش کے باوجود راہ راست پر لانا محال نہیں تو دشوار ضرور ہوگا۔ یہ

۷۳۔ الموطا، باب حسن الخلق ۷۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ: ج ۱۵، ص ۲۵۲، رقم ۲۱۳۷۹

۷۵۔ بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین: ج ۱، ص ۲۷، رقم ۷۱۔
ترمذی، کتاب العلم، باب اذا ارادللہ بعبد خیر ایفقھہ فی الدین: ج ۴، ص ۲۹۴، رقم ۲۶۵۴

۷۶۔ ترمذی: کتاب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ: ج ۴، ص ۳۱۲، رقم ۲۶۹۱۔ ابو داؤد کتاب العلم باب الحث علی طلب العلم: ج ۳، ص ۳۱۳، رقم ۳۶۴۱

۷۷۔ ترمذی، کتاب علم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العباد: ج ۴، ص ۳۱۱، رقم ۲۹۹۰، ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم: ج ۱، ص ۹۶، رقم ۲۲۲

بالکل اسی طرح ہے جیسے کسی عمارت کی بنیاد ٹیڑھی ہو جائے تو جوں جوں وہ عمارت بلند ہوتی جائے گی، وہ سیدھی ہونے کی بجائے مزید ٹیڑھی ہوتی جائے گی اور اس کا سیدھا ہونا ناممکن ہو جائے گا۔

جس طرح پتھر پر بنے ہوئے نقش نہیں مٹتے بالکل اسی طرح بچپن کی تعلیم و تربیت کے اثرات بچے کے دل و دماغ میں ایسے پختہ اور دیر پا ہوتے ہیں کہ تمام زندگی ختم نہیں ہوتے۔ حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثل الذی یتعلم العلم فی صغرہ کا لنقش علی الحجر و مثل الذی یتعلم العلم فی کبرہ کالذی یکتب علی الماء (۷۸)

چھوٹی عمر کی تعلیم کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر پر نقش اور بڑی عمر کی تعلیم کی مثال ایسی ہے جیسے پانی پر لکھا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ، اوینصرانہ اویمجسانہ کما تنتج البھیمۃ ھل تحسون فیھا من جدعاء (۷۹)

ہر نومولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی اور نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے چوپائے سے سالم چوپایا پیدا ہوتا ہے۔ کیا تم اس کا کوئی عضو (پیدائشی طور پر) کٹا ہوا دیکھتے ہو۔

یعنی تمام بچے صحیح العقیدہ اور دین فطرت پر پیدا ہوتے ہیں، پھر ان کے والدین اپنے ماحول اور ترغیب سے ان کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت اور پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں۔ جس سعادت اور شقاوت پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے وہ بدل نہیں سکتی اور نہ شقی سعید ہو سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی تعلیم کو عطیہ الٰہی فرمایا ہے۔ حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مانحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن (۸۰)

کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب (اچھی تعلیم) سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔

اس حدیث میں حسن معاشرت، تمدن، اصلاح معاشرہ اور ملک و ملت کی ترقی کے لئے نہایت

۷۸۔مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب حث الشباب علی العلم: ج۱،ص۳۳۳،رقم ۵۱۵

۷۹۔بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات: ج۱،ص۳۳۰،رقم ۱۳۵۸

جامع لائحہ عمل کی تعلیم دی گئی ہے۔ باپ کی طرف سے اولاد کے لئے بہترین عطیہ اور بیش بہا تحفہ اس کو قرار دیا گیا ہے کہ ان کو اچھا ادب سکھایا جائے اور ان کو صحیح خطوط پر تعلیم و تربیت دی جائے۔ اس لئے نیک اولاد دین کا بہترین سرمایہ اور آخرت کا بیش قیمت ذخیرہ ہے۔

اچھے ادب سے مراد دینی تعلیم ہے جس کے ذریعے بچے کے اعمال و اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے۔ والدین کی طرف سے اولاد کے لئے یقیناً یہ ایک نہایت عمدہ، نفع بخش چیز اور بہترین عطیہ ہے۔ ہمارے معاشرے کی بدقسمتی یہ ہے کہ والدین خود اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ اور دنیاوی رسوم و بدعات میں مبتلا ہیں۔ ظاہر ہے جو انسان خود علم دین جیسی عظیم نعمت سے خالی ہو وہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم کیسے دے سکتا ہے، اسی لئے آج کل بچے عام طور پر دینی تعلیم سے محروم رہتے ہیں۔ لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو سنوارنے کی بھی فکر کریں، اپنے آپ کو دینی طرز زندگی سے آراستہ کریں اور اپنی اولاد کی بھی دینی خطوط پر تربیت کریں تاکہ وہ ان کے لئے سرمایہ آخرت بنیں۔

جہنم سے بچاؤ کی تاکید

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ○ (۸۱)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

جہنم کی آگ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے آدمی خود بھی بچے اور اپنے اہل و عیال کو بھی روکے اور اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے ان پر خود بھی عمل کرے اور اپنے اہل و عیال کو بھی ان پر عمل کرنے کی تاکید کرے، جس طرح دنیا کی آگ لکڑی سے بھڑکتی ہے اسی طرح دوزخ کی آگ آدمیوں اور پتھروں سے بھڑکے گی۔ جو شخص جہنم کا مستحق ہوگا وہ طاقت یا خوشامد یا رشوت وغیرہ کے ذریعے ان فرشتوں کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا جو جہنم پر متعین ہیں۔ وہ نہایت تندخو اور قوی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا

۸۰۔ ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب ماجاء فی ادب الولد: ج ۳، ص ۳۸۳، رقم ۱۹۵۹۔ شعب الایمان: ج ۲، ص ۲۵۶ ۸۱۔ التحریم: ۶

ہے سو جس جہنم پر ایسے فرشتے نگراں ہوں، جن کو مجرموں پر نہ ترس آئے گا اور نہ وہ نرم دل ہوں گے تو یقیناً اس کے عذاب سے کوئی مجرم نہیں بچ سکتا۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے گناہوں اور اپنی خطاؤں سے توبہ واستغفار کرتا رہے اور اپنے اہل وعیال کی اصلاح میں لگا رہے۔

والدین کی ذمے داری

والدین کو کسی صورت اور کسی حال میں بھی بچوں کی تعلیم وتربیت سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ دونوں کا مشترکہ فریضہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک اپنے زیر نگرانی افراد کے بارے میں جواب دہ ہے۔ امام نگران ہے اور اپنے زیر نگرانی افراد کے بارے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور وہ اس کے بارے میں جواب دہ ہے اور خادم اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اور وہ اس کے بارے میں جواب دہ ہے، اور آدمی اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور وہ اس کے بارے میں جواب دہ ہے، تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک اپنی ذمے داری کے بارے میں جواب دہ ہے۔ (۸۲)

عموماً والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد پڑھ لکھ کر اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرے اور اونچے عہدوں پر فائز ہو، ان کو ہر طرح کا عیش وآرام اور آسائش حاصل ہو اور دنیوی اعتبار سے وہ ہر طرح کامیاب ہو، اولاد کے لئے والدین کی یہ کوشش ناپسندیدہ نہیں۔ یہ بھی ضروری ہے، لیکن اس ساری بھاگ دوڑ، کوشش اور تگ ودو کا تعلق انسانی زندگی کے اس حصے سے ہے جو اس فانی دنیا میں گزرتا ہے، یہ بہت مختصر سی زندگی ہے۔ اس کے برعکس ایک زندگی وہ ہے جو موت کے بعد شروع ہوگی اور کبھی ختم نہیں ہوگی، یہی اصل اور غیر فانی زندگی ہے۔ ظاہر ہے اس کی اہمیت دنیوی زندگی کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اس کی تیاری بھی حیات دنیوی کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہونی چاہئے۔ اس سے غفلت ناقابل تلافی نقصان ہے۔ لہٰذا اولاد کا شاندار مستقبل یہ نہیں کہ ان کو دنیوی علوم وفنون کی اعلیٰ ڈگریاں دلوا کر اونچے اونچے عہدوں پر فائز کرادیا جائے بلکہ ان کی فلاح وکامیابی اس میں ہے کہ ان کو دنیوی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت سے بھی پوری طرح آراستہ کیا جائے تاکہ انہیں دین کی گہری سوجھ بوجھ

۸۲۔ بخاری، کتاب الجمعۃ فی القریٰ والمدن: ج۱، ص۲۱۳، رقم ۸۹۳

حاصل ہو، ان کے اخلاق و اعمال کی اصلاح ہو، وہ تقویٰ و پرہیز گاری کا پیکر ہوں، وہ زندگی کا سلیقہ، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور سونے جاگنے کے آداب جانتے ہوں اور والدین کے فرماں بردار اور خدمت گزار ہوں۔

دنیا کی حقیقت

اہل دنیا کو لہو و لعب، زینت و فخر، مال و اولاد کی بہتات و کثرت کی چاہت کے سوا کچھ غرض نہیں، انسان اپنی زندگی ان ہی چیزوں میں مشغول و منہمک رہ کر گزار دیتا ہے، بچپن کھیل تماشے میں گزرتا ہے اور جوانی بناؤ سنگھار میں، پھر جب عمر پختہ ہوتی ہے تو مال و اولاد، عزت و جاہ، نام و نمود اور اپنی ساکھ بنانے کی فکر دامن گیر ہو جاتی ہے اور جائز و ناجائز ہر طریقے سے خوب مال جمع کرتا ہے تاکہ اولاد کے کام آئے، عزت بڑھے اور قوم و برادری میں بلند مقام حاصل ہو، بس انسان اسی تگ و دو میں اپنی ساری عمر گزار دیتا ہے اور کبھی سوچتا تک نہیں کہ جس دنیا کے حصول میں اس نے اپنی ساری عمر کھپا دی اور اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں اس کی حقیقت کیا ہے، اس کی نعمتوں اور راحتوں کا انجام کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا اور اس کا سامان و متاع سراسر دھوکے کا سامان ہے اور اس کی لذتیں فانی اور ناپائیدار ہیں، اس لئے انسان کو دنیا میں منہمک ہو کر آخرت سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدنیا ملعونة، ملعون مافیها الا ذکر الله وما والاه، اوعالما او متعلما (۸۳)

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ کی یاد کے اور جن کو اللہ پسند کرتا ہے یا عالم یا متعلم کے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدنیا دار من لادار له ولها یجمع من لاعقل له(۸۴)

دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) کوئی گھر نہیں اور اس کو وہی جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۸۳۔ ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی هوان الدنیا علی الله: ج۴، ص۱۴۴، رقم ۲۳۲۹۔
مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل العالم والمتعلم: ج۱، ص۳۲۸، رقم ۴۹۲

الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر (۸۵)

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

مستورد بن شداد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما مثل الدنیا فی الاخرۃ الامثل مایجعل احدکم اصبعہ فی الیم، فلینظر بم یرجع (۸۶)

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر باہر نکال کر دیکھے کہ وہ کیا لائی ہے۔

نیک اولاد محض دنیا ہی میں باعث سکون و راحت نہیں ہوتی بلکہ وہ آخرت کے درجات کی بلندی کا سبب بھی ہوتی ہے۔

نیک اولاد صدقہ جاریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الامن ثلاثۃ، الامن صدقۃ جاریۃ اوعلم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ (۸۷)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین (قسم کے اعمال) کے ۱۔صدقہ جاریہ، ۲۔ایسا علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچے، ۳۔نیک اولاد جو اس کے لئے (مغفرت کی) دعا کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مرنے کے بعد بھی اس کی بعض نیکیاں جاری رہتی ہیں، مثلاً کسی نے کوئی مسجد یا مدرسہ یا ہسپتال، یتیم خانہ یا سڑک یا کنواں یا سرائے وغیرہ اس خیال سے بنوایا کہ لوگ اس سے نفع حاصل کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ اس میت کو اس وقت تک اجر و ثواب عطا فرماتا رہے گا جب وہ مسجد، مدرسہ، ہسپتال، یتیم خانہ، سڑک، کنواں یا سرائے وغیرہ قائم رہے گا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے، اسی طرح اگر کوئی شخص مرنے کے بعد اپنے پیچھے کوئی علمی ذخیرہ چھوڑ جائے جیسے کتابیں یا شاگرد وغیرہ تو جب تک لوگ ان سے نفع حاصل کرتے رہیں گے، اس کو اجر و ثواب ملتا رہے گا، اسی طرح

۸۴۔احمد: ج ۷، ص ۱۰۴، رقم ۲۳۸۹۸ ۸۵۔ترمذی: ج ۴، ص ۱۴۵، رقم ۲۳۳۰

۸۶۔ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب مثل الدنیا: ج ۲، ص ۱۷۶، رقم ۴۱۰۸

۸۷۔مسلم، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ: ج ۳، ص ۸۴، رقم ۱۶۳۱

اس کے مرنے کے بعد اس کی نیک اولاد بھی اس کے لئے اجر وثواب کا سبب بنتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الرجل لترفع درجته فی الجنة فیقول انی هذا؟ فیقال باستغفار ولد لك (۸۸)

بے شک جنت میں آدمی کے درجات بڑھائے جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہوا تو اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ تیری اولاد کے اس استغفار کی وجہ سے ہے جو وہ (مرنے کے بعد) تیرے لئے کرتی ہے۔

نیک اولاد جہاں دنیا میں نیک نامی، عزت اور سکون وراحت کا سامان ہوتی ہے وہیں وہ والدین کی وفات کے بعد ان کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتی ہے۔ گویا آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد نیک اولاد کی صورت میں آپ کا ایک ایسا اکاؤنٹ کھل جائے گا جس سے اجر وثواب کی صورت میں آپ کو باقاعدگی سے نفع ملتا رہے گا اور آپ کے درجات بلند ہوتے رہیں گے، لہٰذا آپ نہایت اہتمام کے ساتھ اپنی اولاد کو تعلیم سے آراستہ کیجئے، صحیح خطوط پر ان کی تربیت کا اہتمام کیجئے، اور ان کے اعمال واخلاق کی اصلاح میں لگے رہیئے۔

یہ آپ کی ذمے داری بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے عائد کردہ فریضہ بھی ہے، دنیا میں آپ کی نیک نامی کا سبب بھی ہے اور اخروی اعتبار سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اجر وثواب کا ذریعہ بھی۔

۸۸۔ ابن ماجه، کتاب الادب، باب برا الوالدین: ج۲، ص۵۱۷، رقم ۳۶۶۰